تحفۃ الاحوذی میں شیخ مبارکپوری کا منہج واسلوب: مقدمہ شرح کا اختصاصی مطالعہ

صائمہ شہباز منج* ڈاکٹر محمد شہباز منج *

Abstract

Methodology of *Sheikh Mubārakpūrī* in *Tuḥfah al-Aḥwadhī* with Special Focus on its Preface

Jāme' al-Tirmīdhī holds a vital position in the classical six *Ḥadīth* corpses. Its worth has attracted the Ḥadīth scholars to write its commentaries in the different ages. As a result, a number of commentaries of *Jāme' al-Tirmīdhī* came into being, which are said to have been more than all other commentaries of Ḥadīth books. Amongst these *Tuḥfah al-Aḥwadhī* is the most significant. It is a multi-voluminous Arabic work penned by an Indian Scholar Maulāna *Abdul al-Raḥmān Mubārakpūrī* (d.1353AH). From this big work, the present article studies its preamble only. Its prelude in itself is multi-voluminous and presents vivacious matter on the subject. This study provides the reader a comprehensive account of the contents of the prologue and methodology adopted by the learned writer for the work alongside some of essential information relevant to the science of *Ḥadīth*.

Keywords: *Tuḥfah al-Aḥwadhī; Ḥadīth; Maulāna Abdul al-Raḥmān Mubārakpūrī.*

تحفۃ الاحوذی جامع ترمذی کی معروف شرح ہے، جو برصغیر کے ایک معروف عالمِ دین مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری کی تالیف ہے۔ان سطور میں اس معروف شرح کے مقدمے اور اس میں شیخ مبارکپوری کے اختیار کردہ اسلوب و منہج کا مطالعہ مقصود ہے۔ مقدمے اور اس کے اسلوب پر گفتگو سے قبل جامع ترمذی اور اس کے مؤلف اور تحفۃ الاحوذی اور اس کے مؤلف کا مختصر تعارف پیش کرنا ضروری ہے۔

امام ترمذی

امام ترمذی کا پورا نام ابو عیسی محمد بن عیسی بن سورہ بن موسی بن ضحاک ترمذی ہے۔ آپ ۲۰۳ھ میں ترمذ (ساحل نہر جیجون) میں پیدا ہوئے اور ۲۷۹ھ میں وفات پائی۔[۱] آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز ۲۲۰ھ اور ۲۲۵ھ کے قریب کیا۔ آپ کے شیوخ کی تعداد جو کتب میں آئی ہے وہ ۲۲۱ کے لگ بھگ ہے۔ آپ کے اساتذہ میں قتیبہ بن سعد، ابو مصعب، ابراہیم بن عبداللہ ہروی، اسماعیل بن موسی اسدی، سوید بن نصر، علی بن حجر، محمد بن عبدالمالک ابی شوراب، عبداللہ بن معاویہ امام بخاری اور امام مسلم ایسے عظیم محدثین شامل ہیں۔[۲] امام بخاری سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ ان کے اتنے قریب رہے کہ ان سے بحث ومباحثہ اور مناظرہ کیا کرتے جس سے دونوں کو فائدہ ہوتا۔ امام بخاری نے اپنے استفادہ کا یوں ذکر کیا کہ امام ترمذی سے فرمایا: "میں نے آپ سے اس سے زیادہ نفع حاصل کیا جتنا نفع آپ نے مجھ سے حاصل کیا"۔ امام ترمذی کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظہ عطا فرمایا تھا۔ احادیث کے دو جزو آپ کے پاس سفر میں تھے اثناء سفر میں آپ کو علم ہوا کہ قافلے میں وہ شیخ بھی ہیں کہ جن سے وہ جزو پہنچے ہیں۔ خیال کیا کہ ان کو سنا کر ان کی توثیق کراؤں۔ مستقر پر آئے تو دیکھا تو لکھے ہوئے دونوں جزو غائب

---

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف سرگودھا

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف سرگودھا

تھے اور ان کی جگہ سفید کاغذ لے کر حاضر ہو گئے اور سنانے لگے. شیخ کی نظر پڑ گئی کہ اوراق سادہ ہیں اور کہا: "کیا تمہیں مجھ سے شرم نہیں آتی"۔ اس پر امام ترمذی نے پورا واقعہ سنایا اور عرض کیا کہ جناب مجھے کچھ اور احادیث سنائیں میں آپ کو مجرد ایک دفعہ سننے پر سنا دوں گا۔ اس پر شیخ نے چالیس احادیث سنائیں، سننے کے بعد امام ترمذی نے وہ احادیث من وعن شیخ کو سنا دیں۔

جامع ترمذی

جامع حدیث کی ایسی کتاب کو کہتے ہیں جس میں حدیث کے تمام موضوعات کا لحاظ رکھا گیا ہو اور سنن جو فقہی ترتیب پر ہو۔ ترمذی میں دونوں باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے اگر بعض چیزوں یا اعتراضات کو چھوڑ کر دیکھا جائے تو جامع ترمذی کے فوائد دیگر کتبِ صحاح سے بڑھ کر ہیں۔ اسی بنا پر ہمارے مدارسِ عربیہ میں اکثر روایت یہ رہی کہ شیخ الحدیث بخاری اور ترمذی دونوں پڑھاتا ہے۔ ایک بڑی بات جو امام ترمذی نے اہتمام سے کی ہے وہ یہ کہ حدیث بیان کرنے کے بعد صحابہ اور ائمہ مجتہدین کا مسلک بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث پر کن کن حضرات کا عمل رہا ہے۔ پھر حدیث کا مقام صحیح، حسن، مشہور، غریب، اور ضعیف وغیرہ بھی بیان کرتے ہیں۔ ایک مسئلہ پر باب میں جو حدیث بیان کرتے ہیں اس کا متعلقہ حصہ ہی بیان کرتے ہیں، ساری حدیث نہیں بیان کرتے اور مخالف و موافق دونوں طرح کی احادیث ذکر کرتے ہیں۔ ایک اور نہایت اہم چیز جو کسی اور محدث کے ہاں نہیں ملتی۔ یہ ہے کہ امام ترمذی "في الباب" کہہ کر اس باب میں جتنے صحابہ سے روایت ہو ذکر کرتے ہیں۔ بعد میں آنے والوں نے "في الباب" کی احادیث کو تلاش کر کے جمع کیا ہے۔

جامع ترمذی غیر معمولی قدر و قیمت کی حامل کتاب ہے۔ امام ترمذی خود بھی اس کی قدر و قیمت سے آگاہ تھے۔ انہوں نے لکھا ہے: "میں نے یہ کتاب تصنیف کی اور پھر اسے حجاز، عراق اور خراسان کے علما کے سامنے پیش کیا، انہوں نے اسے پسند فرمایا۔ جس گھر میں یہ کتاب ہو اس میں گویا نبی ﷺ موجود ہیں اور گفتگو فرماتے ہیں"۔[۳]

شروح ترمذی

جامع ترمذی کی جتنی شرحیں لکھی گئی ہیں اتنی شاید ہی کسی اور کتاب کی لکھی گئی ہوں۔ چند مشہور شروحات میں مالکی فقیہ ابو بکر بن العربی کی عارضۃ الاحوذی، علامہ سراج الدین بلقینی کی العرف الشذی اور عبدالرحمٰن مبارکپوری کی تحفۃ الاحوذی شامل ہیں۔ ان سطور میں اسی آخری شرح کے مقدمے کا مطالعہ پیش کیا جا رہا ہے۔

عبدالرحمن مبارکپوری

عبدالرحمٰن مبارکپوری کا پورا نام ابو علی محمد بن عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم مبارکپوری ہے۔ آپ ۱۲۸۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۵۳ھ میں وفات پائی۔ آپ کا تعلق ہندوستان کے ایک قصبے اعظم گڑھ کے گاؤں مبارکپور سے تھا۔ آپ کے اساتذہ میں نذیر حسین محدث دہلوی اور علامہ شمس الحق عظیم آبادی ایسے بڑے بڑے علما شامل ہیں۔ نذیر حسین محدث سے استفادے کا ذکر کرتے ہوئے تحفۃ الاحوذی کے مقدمے میں مولانا خود لکھتے ہیں: "میں نے جامع ترمذی شروع سے آخر تک ہمارے شیخ علامہ نذیر محدث دہلویؒ کے سامنے ۱۳۰۶ھ میں دہلی میں پڑھی۔ انہوں نے مجھے اس کی اور ان تمام کتبِ حدیث وغیرہ کی اجازت دی، جو میں نے ان کے سامنے پڑھی، اور انہوں نے میرے لیے اپنے دست مبارک سے اجازت تحریر کی"۔[۴]

تحفۃ الاحوذی

تحفۃ الاحوذی جامع ترمذی کی نہایت معروف اور اہم شرح ہے۔ بقول ڈاکٹر محمود احمد غازی تحفۃ الاحوذی سنن ترمذی کی اتنی ہی اچھی شرح ہے جتنی صحیح بخاری کی فتح الباری ہے۔ جامع ترمذی کی اس سے بہتر کوئی اور شرح موجود نہیں ہے اور یہ برصغیر کے ایک صاحب علم کا اتنا بڑا کارنامہ ہے جو دنیائے اسلام میں سمجھا بھی جاتا ہے اور اس کا اعتراف بھی کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کا بیروت، تہران، مصر، ہندوستان، پاکستان اور کئی دوسری جگہوں پر بار ہا چھپنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کتاب کو دنیائے اسلام میں ہاتھوں ہاتھ لیا گیا ہے۔ برصغیر میں اس کا جو ایڈیشن شائع ہوا تھا وہ پانچ جلدوں میں ہے۔ عرب دنیا میں شائع ہونے والے ایڈیشنوں کی جلدیں مختلف ہیں۔ کوئی سولہ جلدوں میں ہے، کوئی پندرہ میں اور کوئی بیس میں۔ لیکن یہ ترمذی کی بہترین شرح ہے اور اگر کوئی اس سے اتفاق نہ کرے کہ یہ جامع ترمذی کی بہترین شرح ہے، تو یہ بلا شک وشبہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب جامع ترمذی کی چند بہترین شرحوں میں یقیناً ہے اور اس سے کوئی اختلاف نہیں کرے گا۔[۵]

مقدمہ تحفۃ الاحوذی

دارالفکر، بیروت کی طرف سے شائع ہونے والی تحفۃ الاحوذی کا جو نسخہ اس وقت ہمارے سامنے ہے اس میں اس کا مقدمہ دو ابواب میں ہے، جو عبدالرحمٰن محمد عثمان کی تحقیق و تصحیح کے ساتھ چھپا ہے اور پہلی دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں شارح نے علم حدیث، اس کی اصطلاحات اور کتب وغیرہ جبکہ دوسرے باب میں امام ترمذی اور آپ کی جامع کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ پہلے باب کا عنوان: فیما یتعلق بعلم الحدیث وکتبه وأهله عموماً وفیه أحد وأربعون فصلاً ہے اور دوسرے کا: فی فوائد خاصة متعلقة بالامام الترمذی وجامعه و فیه سبعة عشر فصلاً۔ شرح کی پہلی جلد جس کے محقق عبد الوہاب عبد اللطیف ہیں، کی ابتدا میں بھی شارح نے اپنی شرح سے متعلق کچھ اہم امور ذکر کیے ہیں۔ ان سب کا مطالعہ اور اس ضمن میں شیخ مبارکپوری کا اسلوب و منہج سطورِ ذیل میں مختلف عنوانات اور نکات کی شکل میں اختصار کے ساتھ پیش ہے:

علمِ حدیث کا مفہوم اور غرض وغایت

صاحبِ تحفۃ الاحوذی نے پہلے باب کے شروع میں علمِ حدیث کے معنی و مفہوم اور غرض وغایت پر روشنی ڈالی ہے۔ فصل اول میں فی حد علم الحدیث وموضوعه وغایته کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

> کرمانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ علم حدیث کا موضوع بحیثیتِ رسول خدا رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ اس سے مراد وہ علم ہے جس کے ذریعے آپ ﷺ کے اقوال وافعال اور احوال کی معرفت حاصل کی جاتی ہے اور اس کی غایت دونوں جہاں کی سعادت کے ساتھ فوز وفلاح ہے۔[۶]

اکفانی کی ارشاد المقاصد کے حوالے سے علم حدیث کی دو قسمیں علم الروایة اور علم الدرایة بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: "روایت حدیث وہ علم ہے جو نبی ﷺ کے اقوال افعال کو سماعِ متصل اور ضبط وتحریر کے ساتھ نقل کرتا ہے۔ اور علم درایت وہ علم ہے جس میں روایات کی اقسام واحکام، رواۃ کی شرائط اور مرویات کی اقسام اور ان کے معانی کی معرفت حاصل کی جاتی ہے"۔[۷]

محدث، حافظ وغیرہ کی تعریف

پہلی فصل میں علم حدیث کا مفہوم بیان کرنے کے بعد شارح نے محدث، حافظ اور حاکم وحجۃ وغیرہ کی تعریف بیان کی ہے۔ ابن سید الناس کے حوالے سے محدث اور حافظ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

> ہمارے زمانے میں محدث سے مراد وہ شخص ہے جو علمِ روایت ودرایتِ حدیث میں مشغول رہتا ہے اور اپنے زمانے میں کثیر رواۃ وروایات کا علم رکھتا ہے اور اس میں اتنی انفرادیت حاصل کر لیتا ہے کہ ان مذکورہ علوم کے حوالے سے اس کی بہت شہرت ہو جاتی ہے... اور حافظ وہ ہے جس نے ایک لاکھ احادیث کا احاطہ کیا ہو۔[۸]

علم حدیث کی فضیلت، تدوین، حجیت، شیوعِ حدیث

فصل دوم سے پانچ تک شارح نے علم حدیث کی فضیلت بیان کی ہے اور اس کی کتابت وحجیت پر بحث کی ہے۔ علمِ حدیث کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ علمِ حدیث علومِ شریعت کی چابی، اسلام کی اساس وبنیاد، فنونِ دینیہ کا ماخذ، حکمتوں کا منبع ہے۔[۹] حجیتِ حدیث کے ضمن میں شارح قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہیں، مثلاً فصلِ خامس کے شروع میں آیت قرآنی ﴿وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾[۱۰] سے دلیل لائی ہے۔[۱۱] اگلی تین فصول میں علمِ حدیث کی عجم وہند میں اشاعت کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہاں بھی یہ علم بہت پھیلا اور اس علم پر بے شمار تصنیفات منصۂ شہود پر آئیں[۱۲] اور ان تصنیفات کے اغراض مختلف تھے۔

انواع کتبِ احادیث

شارح نے مقدمہ تحفۃ الاحوذی کی فصل دس سے لے کر چوبیس تک کتب حدیث کی مختلف انواع کا ذکر کیا ہے، جن میں المسانید، المعاجم، الاجزاء، الاربعون، المستخرجات، المستدرکات، العلل، الاطراف، الاشراف، سنن، المسلسلات، الامالی، صحاح ستہ، صحاح ستہ کے علاوہ صحاح مثلاً صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، صحیح ابی عوانہ، صحیح ابن السکن، صحیح الاسماعیلی، صحیح المستدرک، کتب ائمہ اربعہ یعنی مسند الامام ابی حنیفہ، موطا الامام مالک، مسند الشافعی، مسند احمد بن حنبل، کتب ائمہ حنفیہ مثلاً کتاب الآثار للامام محمد، شرح معانی الآثار وغیرہ شامل ہیں۔[۱۳]

اسماء الرجال والجرح والتعدیل

پہلے باب کی پچیسویں اور چھبیسویں فصل میں مصنف نے اسماء الرجال اور جرح وتعدیل اور ان سے متعلق کتب کا تذکرہ کیا ہے۔ اسماء الرجال کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

> رجال حدیث کا علم نصف علمِ حدیث ہے جیسا کہ عراقی نے شرح الفیہ میں علی بن المدینی سے نقل کیا ہے اور یہ سند اور متن کا نام ہے اور سند رواۃ سے عبارت ہے اور رواۃ کے احوال کی معرفت کا نصف علم ہونا واضح ہے۔[۱۴]

اسماء الرجال کی کتب کا ذکر کرتے ہوئے مصنف نے بخاری، مسلم، سنن ابی داؤد اور کتب ستہ کے اسماء رجال پر لکھی جانے والی

کتب اور اس کے بعد ائمہ جرح وتعدیل اور اس ضمن میں لکھی گئی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

علم اصول حدیث

ستائیسویں فصل میں علمِ اصول حدیث پر کتب کا تذکرہ ہے۔ مصنف نے اصول حدیث پر سب سے بڑی کتاب علوم الحدیث لابن الصلاح کو قرار دیا ہے۔ بعد ازاں اصول حدیث کی دیگر کتابوں مثلاً تقی الدین محمد بن علی بن وہب المنفلوطی کی الاقتراح، زین الدین عبد الرحیم بن الحسین العراقی کی الفیۃ الحدیث نیز الخلاصۃ فی اصول الحدیث، المختصر للجرجانی، نخبۃ الفکر، تذکرہ فی علوم الحدیث کا ذکر کیا ہے۔[15]

غریب الحدیث، شرح کتبِ حدیث

اٹھائیسویں فصل میں کتب غریب الحدیث اور انتیسویں فصل میں شروحِ حدیث کا تذکرہ ہے۔ شروحِ حدیث میں مشارق الانوار علی صحاح الآثار، مطالع الانوار، شروح صحیح البخاری: فتح الباری، عمدۃ القاری، اعلام السنن للخطابی، شرح ابن بطال، شرح ابن التین، شرح ابن المنیر، التلویح للحافظ مغلطائی، الکواکب الدراری للکرمانی، شواہد التوضیح لابن الملقن، التنقیح للزرکشی، ارشاد الساری للقسطلانی، اللامع الصبیح للبرماوی، شرح النووی، شرح ابن رجب الحنبلی، فیض الجاری لابن رسلان البلقینی، شروح صحیح مسلم: المنہاج فی شرح مسلم بن الحجاج للنووی، الاکمال فی شرح مسلم للقاضی عیاض، المعلم فی فوائد کتاب مسلم للمازری، المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم للقرطبی، اکمال المعلم لابن خلیفہ، المفہم فی شرح غریب مسلم لعبد الغافر بن اسماعیل الفارسی، شرح شمس الدین ابی المظفر، شرح ابی الفرج عیسیٰ بن مسعود الزواوی، شرح القاضی زین الدین زکریا الانصاری، الدیباج علی صحیح مسلم الحجاج للسیوطی، شرح الحافظ ابی القاسم الاصبہانی، شرح تقی الدین الحصنی الدمشقی، منہاج الابتہاج بشرح مسلم بن الحجاج للقسطلانی، شرح علی القاری، مختصرات صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد، نسائی، ابن ماجہ، موطا مالک اور مصابیح کا ذکر ہے۔[16]

احکام، مختصرات، تخریج

تیسویں فصل میں احکام، اکتیسویں میں مختصرات اور بتیسویں فصل میں تخریج الاحادیث سے متعلق کتب کا ذکر ہے۔ احکام سے متعلق کتب میں بلوغ المرام للحافظ ابن حجر اور اس کی شروح، منتقی الاخبار، الاحکام الکبری لعبد الحق الاشبیلی، الاحکام الکبری لمحب الدین الطبری، الاحکام الصغری لابن کثیر، عمدۃ الاحکام لابی محمد عبد الغنی المقدسی، شروح العمدہ، المنتقی فی الاحکام لابن الجارود، مختصرات میں مشارق الانوار النبویۃ، شروح مشارق الانوار، الجامع الصغیر للسیوطی، شروح الجامع الصغیر اور تخریج الاحادیث میں لکھی جانے والی کتب میں نصب الرایۃ لزیلعی، الدرایۃ للحافظ ابن حجر، تخریج احادیث الہدایۃ لابن الترکمانی، تخریج احادیث احیاء العلوم، تخریج احادیث تفسیر البیضاوی، تخریج احادیث الکشاف، تخریج کتاب الطریق المحمدیہ، التلخیص الحبیر، تخریج الاربعین النوویۃ، ہدایۃ الرواۃ الی تخریج المصابیح والمشکاۃ، تخریج احادیث الخلاصۃ، تخریج احادیث منہاج الاصول اور تخریج احادیث شرح عقائد النسفی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔[17]

موضوعات، ناسخ ومنسوخ، تلفیق، انساب وغیرہ

فصل تینتیس سے اکتالیس تک ان کتبِ احادیث کا بیان ہے جو موضوعات، ناسخ ومنسوخ، تلفیق، انساب، وفیات، اسماء صحابہ

وغیرہ سے متعلق ہیں۔ باب کی آخری یعنی اکتالیسویں فصل میں قلمی کتابوں کا ذکر ہے، لیکن یہ کتابیں اب شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔[18]

امام ترمذی اور جامع ترمذی

مقدمہ تحفۃ الاحوذی کی سترہ فصول میں سے سولہ فصول امام ترمذی اور جامع ترمذی کے بارے میں ہیں اور پہلی جلد کے بقیہ حصے سے لے کر دوسری جلد کے اکثر حصے کو محیط ہیں۔ اس میں شارح نے امام ترمذی سے متعلق ائمہ جرح وتعدیل کی آراء اور بحثیں نقل کی ہیں۔ نیز جامع ترمذی کی احادیث کی حیثیت واہمیت پر بحث کی ہے۔[19] ترمذی اور جامع کا بیان اوپر آچکا ہے۔ لہٰذا اس کے تفصیلی تذکرے کی حاجت نہیں۔

شرح میں مستعمل بعض الفاظ کی تشریح

دوسرے باب کی آخری یعنی سترہویں فصل میں شارح نے اپنی شرح میں استعمال ہونے والے بعض الفاظ اور اصطلاحات کی وضاحت کی ہے۔ مثلاً حافظ اور فتح کے لفظ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

> اور ان (الفاظ واصطلاحات) میں سے ایک الحافظ ہے، سو جب ہم مطلقاً لفظ حافظ استعمال کریں تو اس سے مراد حافظ ابن حجر عسقلانی ہوں گے ... اور ان میں سے ایک لفظ الفتح ہے۔ سو جب ہم کہیں جیسا کہ فتح میں ہے یا حافظ نے فتح میں کہا تو اس سے مراد ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری شرح صحیح البخاری ہو گی۔[20]

لم اقف علیہ

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، امام ترمذی نے اپنی جامع میں "فی الباب" کے تحت جن اصحاب اور ان کی مرویات کا حوالہ دیا ہے، مولانا عبدالرحمن مبارکپوری نے اپنی شرح میں ان کی تخریج کی ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے اکثر وبیشتر کو واضح کر دیا ہے، لیکن کچھ سے متعلق کہا ہے: "لم اقف علیه"، یعنی میں اس سے واقف نہیں۔ بعض لوگوں نے اس پر کام کیا ہے۔ ہماری یونیورسٹی کے ایک طالب علم نے اس موضوع پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا ہے۔ جس میں "لم اقف علیه" سے متعلق روایات کی تخریج کی ہے۔

شرح کی ابتدا اور تسمیہ

شرح کے شروع میں مولانا مبارکپوری نے اللہ کی حمد وثنا کے ساتھ شرح کی ابتدا اور اس کے تسمیہ یعنی نام رکھنے کا تذکرہ کیا اور اللہ رب العزت سے اس کی قبولیت اور لوگوں کے لیے نفع رساں بنانے کی دعا کی ہے۔ لکھتے ہیں:

> الحمد للہ... میں اللہ کی مدد واعانت سے اس مقدمے کی تحریر سے فارغ ہو گیا ہوں جو میں جامع ترمذی کے شرح کے شروع میں رکھنا چاہتا تھا۔ اب شرح کی تحریر کا وقت آگیا ہے، اللہ تعالیٰ مجھے اس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے فضل وکرم سے اس سلسلے میں میری مدد فرمائے اور میں نے اس کا نام "تحفۃ الاحوذی بشرح جامع الترمذی" رکھا ہے۔ اے ہمارے رب اسے قبول فرما، بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے، اور اسے ہر طالب علم اور عالم کے لیے نفع بخش، باقی رہنے والی نیکی اور بعد از ممات جاری رہنے والا عمل بنا۔[21]

استادِ گرامی سے اجازت

صاحب تحفہ الاحوذی نے کتاب کے مقدمے کا آغاز تسمیہ و دعا سے کرنے کے بعد اپنے استادِ گرامی سے احادیث روایت کرنے کی اجازت کا ذکر کیا اور بیان کیا ہے کہ روایت کرنے کی یہ اجازت کیسی اور کس نوعیت کی ہے؟ اس سلسلے میں انہوں نے نذیر حسین محدث کے سامنے جامع ترمذی کو شروع سے آخر تک پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔ پھر اس کے بعد محدث مذکور کے الفاظ میں ان کی اجازت درج کی ہے۔ نذیر حسین محدث لکھتے ہیں:

> مولوی ذکی ابو علی محمد عبد الرحمٰن بن الحاج عبد الرحیم اعظم گڑھی مبارکپوری نے صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد تمام کی تمام، نسائی کا آخری حصہ، ابن ماجہ کا اوائل، بلوغ المرام، تفسیر جلالین، تفسیر بیضاوی، اوائلِ ہدایہ، شرح نخبۃ الفکر کا اکثر حصہ میرے سامنے پڑھا اور سات اجزا کے سوا پورا قرآن مجید سنا، وہ مذکورہ کتب، موطا، دارمی، المنتقی وغیرہ کتب حدیث و تفسیر و فقہ پڑھیں پڑھائیں، وہ اہل حدیث کی شروطِ معتبرہ کے مطابق اس کے اہل ہیں۔ اور میں نے سماعت و قراءت اور اجازت شیخ مکرم و متقی محمد اسحاق محدثِ دہلوی سے حاصل کی، انہوں نے شیخ الاجل مسند وقت شاہ عبد العزیز سے اور انہوں نے بقیۃ السلف حجۃ الخلف شاہ ولی اللہؒ سے اجازت حاصل کی، باقی سند ان کے پاس لکھی ہوئی ہے۔[۲۲]

بعد ازاں مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری نے شاہ ولی اللہؒ کی زبانی ان کی سند بیان کی ہے اور آگے چل کر شیخ حسین بن محسن االانصاری سے اپنی اس سند کا ذکر کیا ہے، جو آپ نے جامع ترمذی وغیرہ بنیادی کتابوں سے متعلق ان سے حاصل کی اور اس کے بعد ان کی زبانی خود کو ملنے والی اجازت کی تفصیل بیان کی ہے۔

الحمد اللہ و بسملۃ سے شرح کی ابتدا

سند کی تفصیلات ذکر کرنے کے بعد شارح نے اپنی کتاب بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کرنے کا تذکرہ کیا ہے اور اس کی فضیلت اور اس کے لیے بسملۃ کے استعمال کے حوالے سے علماء کے مختلف اقوال ذکر کیے ہیں۔ اپنی کتاب کو بسملۃ سے شروع کرنے کی بات کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> میں اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ کی کتابوں کی اقتدا و تتبع میں کتاب کی ابتدا بسملۃ سے کر رہا ہوں۔ یہ اس حدیث کے مطابق عمل ہے جس میں ہر عمل کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، اور جس کی تخریج حافظ عبد القادر نے اپنی اربعین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے اور مرفوع حدیث ہے کہ ہر وہ کام جس کی ابتدا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے نہ ہو بے نتیجہ رہتا ہے۔ اور مصنف نے بسملۃ پر اکتفا کیا ہے جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں کیا ہے اور اکثر متقدمین نے اپنی کتابوں میں۔[۲۳]

بسم اللہ الرحمن الرحیم کے لیے بسملۃ کے اختصار کے استعمال کو اختیار کرنے اور اس کے امام بخاری اور دیگر متقدمین کی کتابوں

سے دلیل پکڑنے کے بعد مصنف نے حمد، خطبہ اور بسم اللہ کے اختصار پر مختلف علماء کی آرا نقل کی ہیں اور اس بات پر تفصیلی بحث کی ہے۔ ان کے نزدیک یہ اختصار اصل کلمات کا قائم مقام ہے یا نہیں۔ آگے چل کر مصنف نے صاحب فتح الباری کی یہ بات نقل کی ہے کہ متقدمین کا اس میں اختلاف ہے کہ شعر کی ابتدا میں بسم اللہ لکھی جاسکتی ہے یا نہیں۔ لکھتے ہیں:

> حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ جب کتاب تمام کی تمام شعر ہو تو اس کے شروع میں بسم اللہ لکھنے یا نہ لکھنے پر متقدمین میں اختلاف ہے۔ شعبی اس سے منع کرتے ہیں۔ زہری کے نزدیک شعر میں بسم اللہ نہ لکھنے کی روایت ہے۔ سعید بن جبیر جواز کے قائل ہیں اور جمہور نے ان کی رائے اختیار کی ہے۔ [۲۴]

شارح کا تحملِ حدیث کا طریقہ

صاحبِ تحفۃ الاحوذی نے اپنے استادِ گرامی سے تحملِ حدیث کے لیے قرأت کا صیغہ استعمال کیا ہے اور محدثین کے نزدیک تحملِ حدیث کے طرق کے صیغوں میں پہلا درجہ سمعت کا، دوسرا قرأت کا اور اس کے بعد دوسرے صیغوں کے درجات ہیں۔ وہ رقمطراز ہیں: "انی قرات جامع الترمذی من اوله الی آخره علی شیخنا العلامة نذیر حسین المحدث الدهلوي رحمه الله"۔[۲۵]

انساب کی بحث

مصنف موصوف نے اپنے مقدمے میں مختلف رجال کے انساب پر بھی گفتگو کی ہے اور راویوں کے اپنے علاقوں یا قبیلوں وغیرہ سے انتساب کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں ایک مقام پر انہوں نے حافظ ابن الصلاح کے اس بیان کا تذکرہ کیا ہے جس میں وہ اہل عرب کے قبائل سے اوطان کی طرف انتساب اور اس کے اسباب و وجوہ کا ذکر کرتے ہیں۔ لکھا ہے:

> حافظ ابن الصلاح اپنے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ عرب اپنے انساب قبائل کی طرف منسوب کرتے تھے لیکن اسلام آنے کے بعد ان پر دیہات و شہروں کی رہائش کی نسبت غالب آگئی اور انہوں نے اپنا انتساب اوطان کی طرف کرنا شروع کر دیا اور ان میں سے اکثر نے اپنے انساب ضائع کر دیئے اور اوطان کے علاوہ انکے انساب کا کوئی طریقہ نہ رہا اور جو کوئی ایک شہر سے دوسرے کی طرف منتقل ہوا اور دونوں کو جمع کرنا چاہا تو اولاً پہلے کو ذکر کیا اور پھر اس کو جس کی طرف منتقل ہوا تھا، تو دوسرے سے پہلے ثم کا لفظ لگایا۔ مثلاً مصر سے دمشق منتقل ہونے والے کے انتساب کی صورت یہ ہوگئی: فلان مصري ثم الدمشقي۔[۲۶]

اخبرنا اور حدثنا کی بحث

مولانا مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی کے مقدمے میں اخبرنا اور حدثنا کی اصطلاحات اور تحملِ حدیث کے ضمن میں ان میں پائے جانے والے اصطلاحی فرق پر بھی بحث کی ہے مثلاً اس سلسلے میں انہوں نے شارح مسلم امام نووی کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام مسلم کے نزدیک حدثنا اور اخبرنا میں یہ فرق ہے کہ حدثنا کا استعمال صرف اس صورت میں جائز ہے جب بطور خاص شیخ کے

الفاظ سنے ہوں اور اخبرنا اس وقت استعمال ہو گا جب شیخ کے سامنے پڑھا ہو۔ امام شافعی اور ان کے اصحاب اور جمہور کا بھی یہی مذہب ہے لیکن حافظ کے نزدیک ان دونوں میں لغۃً کوئی فرق نہیں ہے۔[۲۷]

خلاصۂ بحث

خلاصہ بحث یہ کہ مولانا عبد الرحمن مبارک پوری نے اپنی شرح کے مقدمے میں اپنی سند، کتب احادیث میں استعمال ہونے والی مختلف اصطلاحات مثلاً بسملۃ والحمد اللہ سے شرح کا آغاز، انساب کی بحث، تحملِ حدیث کے طرق، طرق کے درجات، اور اپنے استاد گرامی سے روایت وغیرہ پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اور ان تمام مباحث کے سلسلہ میں متقدمین ومتاخرین کے اقوال نقل کیے ہیں۔ یہ جامع ترمذی کی بہترین شرح ہے۔ حدیث کے طلبہ وعلماء کے لیے اس میں علم ورہنمائی کا بے پناہ سامان ہے، انہیں اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنا چاہیے۔

حواشی وحوالہ جات

---

[۱] دہلوی، عبد العزیز. بستان المحدثین. تحقیق: محمد اکرم الندوی. ط: ۲۰۰۲ء، دار الغرب الاسلامی

[۲] ذہبی، حافظ شمس الدین. تذکرہ الحفاظ. ط: ۱۹۵۸ء، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدر آباد

[۳] الصالح، صبحی. علوم الحدیث ومصطلحہ عرض ودراسۃ. ط: ۲۰۱۲ء، دار العلم للملایین، بیروت، ص ۴۰۰

[۴] مبارکپوری، مولانا عبد الرحمن. مقدمہ تحفۃ الاحوذی بشرح جامع الترمذی. تحقیق: عبد الوہاب عبد اللطیف. ط: دار الفکر، بیروت، ۱/ ۳

[۵] غازی، ڈاکٹر محمود احمد. محاضراتِ حدیث. ط: ۲۰۰۸ء، الفیصل، لاہور، ص ۴۳۰۔

[۶] مبارکپوری، مولانا عبد الرحمن. مقدمہ تحفۃ الاحوذی بشرح جامع الترمذی. تحقیق: عبد الرحمٰن محمد عثمان. ط: ندارد، دار الفکر، بیروت، ۱/ ۴

[۷] مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ۱/ ۵

[۸] مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ۱/ ۹

[۹] مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ۱/ ۱۰-۳۹

[۱۰] القرآن الکریم، سورۃ الحشر ۵۹ : ۷

[۱۱] مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ۱/ ۴۰

[۱۲] مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ۱/ ۴۱-۶۴

[۱۳] مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ۱/ ۶۴۔۱۹۱

[۱۴] مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ۱/ ۱۹۱-۱۹۲

[۱۵] مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ۱/ ۶۴۔۱۹۱

[۱۶] مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ۱/ ۱۹۱-۲۶۵

[۱۷] مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ۱/ ۲۶۶-۲۸۷

[۱۸] مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ۱/ ۲۸۷-۳۳۶

[۱۹] مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ۱/ ۳۳۶-۴۸۴؛ ۲/ ۳-۱۸۳

[20] مقدمہ تحفۃ الاحوذی، ۲/۱۷۴

[21] تحفۃ الاحوذی، ۱/۱۹۱-۱۲۸

[22] تحفۃ الاحوذی، ۱/۵-۴

[23] تحفۃ الاحوذی، ۱/۹

[24] تحفۃ الاحوذی، ۱/۱۱-۱۲

[25] تحفۃ الاحوذی، ۱/۳

[26] تحفۃ الاحوذی، ۱/۱۲

[27] تحفۃ الاحوذی، ۱/۱۳